علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی رحمۃ اللہ علیہ(حیات و خدمات)
Allama Abdul Aziz Parharvi (Life and Services)

محمد ریاض[i] ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ[ii]

Abstract:

This article is belonged to the life and services of multidimensional and multi languages personality his eminence "Allama Abdul Aziz Parharvi" (1206 – 1239). He was a great scholar of thirteenth centaury from hijra and he was writer of a lot of books in many subjects and topics such as Tafseer, Hadith, Fiqh, Science, Astronomy, Chemistry etc. He had the perfect skills almost in 270 branches of knowledge. It is a mischance and misfortune that many of his books have been lost. He was also a great poet. He could not live for more than 33 years and died in youth age. Despite of his short age it can be said that a major part of his life served in writing books on different topics.

The purpose of this article is to make known him as an outstanding Sunni and Hanafi scholar. The students either the scholars don't know about him in detail. He is known only as a writer of the book "Al-Nibras". (The explanation of Aqaid's book).

The focus of this article is to state and narrate his life and services and denote about his religious sect. It also refers to his intellectual qualities like intelligence, activeness, way of writing, thinking and reasoning abilities, etc. To gather the needed data, different references were used such as books, magazines and internet.

علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی علیہ الرحمہ تیرہوں صدی ہجری کے نامور اور محقق علماء میں سے ہیں۔ آپ مفکر اسلام، شیخ القرآن والحدیث، عارف باللہ اور مجتہد تھے۔ آپ نے صرف ۳۳ سال کی عمر پائی اور علوم دینیہ، علوم عقلیہ، الٰہیات ، کلام، منطق، طب اور فلکیات پر نہ صرف کامل مہارت حاصل کی بلکہ ان علوم میں گرانقدر کتب تحریر کی ہیں۔ آپ کا مختصر تعارف حسبِ ذیل ہے:

نام ونسب:

آپ کا نام و نسب اس طرح ہے: ابو عبد الرحمٰن عبدالعزیز بن ابو حفص احمد بن القرشی پرہاروی چشتی نظامی ۔[1]

ولادت و جائے ولادت:

آپ کی ولادت ۱۲۰۶ھ بمطابق ۱۷۹۲ء میں ہوئی۔ بعض مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف کیا ہے لیکن مذکورہ سن ولادت مستند و معتبر ہے کیونکہ علامہ پرہاروی کے قریبی زمانے کے مولوی شمس الدین نے مترجم الاکسیر میں

---

i۔ ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی

ii۔ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ،جامعہ کراچی

آپ کی عمر بتیس سال لکھی، مولوی محمد برخوردار ملتانی نے حاشیۃ النبراس میں بتیس سال اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں آپ کی عمر تیس سال سے اوپر لکھی ہے۔[2]

آپ ایک معروف بستی پُرہار نزد کوٹ ادّو ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔[3] دریائے سندھ کوہ ہمالیہ کی جھیل مانسرور سے لے کر بحیرۂ عرب تک تقریباً تین ہزار کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے جس کے وسط میں مغربی کنارے پر شہر ڈیرہ غازی خان اور مشرقی کنارے پر کوٹ ادو کا شہر آباد ہے۔[4]

آباء و اجداد:

آپ کے آباءو اجداد افغانستان سے ہجرت کرکے متحدہ ہندوستان میں وارد ہوئے اور پنجاب میں ضلع مظفر گڑھ، تحصیل کوٹ ادوکی بستی پرہاراں میں سکونت اختیار کی۔ [5] کوٹ ادو شہر کے جنوب مغرب میں تقریباً پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر بستی پرہاراں شریف ہے جس کا موجودہ نام موضع پرہار غربی ہے۔ [6]

نسبت ملتانی:

آپ کے نام کے ساتھ ملتانی بھی لکھاجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس علاقہ میں آپ رہائش پذیر ہوئے کسی زمانہ میں وہ علاقہ اور تحصیل ملتان میں شامل تھی۔ ملتان بہت قدیم شہر ہے۔ ایک وقت تھا جب عروس البلادلاہور اس کا ایک مضافاتی علاقہ ہوتا تھا۔ ساہیوال، پاکپتن، اوکاڑہ، میاں چنوں، خانیوال، لودھراں، مظفرگڑھ اور بھکر تمام اس کے علاقے تھے۔ مگر یہ تاریخی شہر رفتہ رفتہ تقسیم در تقسیم ہوتا گیا۔اور اب یہ صرف تین تحصیلوں تک محدود ہوگیا ہے۔علامہ پرہاروی کی سکونت کا علاقہ قدیم ملتان کا حصہ تھا، اس لیے آپ کے نام کے ساتھ ملتانی بھی لکھاجاتاہے۔

نسبت پرہارانیا پرہاروی:

پراہاراں یا پرہاروی کی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ جب ملتان تقسیم در تقسیم ہوا تو ضلع مظفر گڑھ ملتان سے علیحدہ ہوگیا اور اسے ایک علیحدہ شہر تسلیم کرلیا گیا ۔ یعنی اب موجودہ دور میں مظفر گڑھ پاکستان کے صوبہ پنجاب کا ایک شہر ہے۔ اس ضلع کی چار تحصیلیں ہیں جن میں مظفرگڑھ، علی پور،جتوئی اور کوٹ ادو شامل ہیں۔ کوٹ ادو میں ایک بستی ہے جس کا نام "پرہار "ہے، اسی بستی میں آپ کی پیدائش ہوئی اور آپ پرہاروی یا پرہارانمشہور ہوئے۔

لفظ پرہار کو سرائیکی زبان میں پرہاڑ اور عربی زبان میں برہار یا فرہار لکھا ، بولا اور پڑھا جاتا ہے۔[7]

حصولِ تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی ۔اور ان ہی سے قرآن مجید حفظ کیا۔[8] اس کے بعد ملتان آکر خواجہ حافظ محمد جمال چشتی سے اکتسابِ فیض کیا۔[9]

آپ بچپن میں نہایت ہی کند ذہن تھے اور انتہائی کوشش کے باوجود سبق یاد کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ ایک دن انتہائی رنجیدہ ہوکر ایک کونے میں جا بیٹھے اور زارو قطار رونے لگے ۔اتفاقا حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی کی نظر آپ پر پڑی تو حضرت نے بکمال شفقت و عنایت آپ سے دریافت فرمایا کہ عبد العزیز کیوں رنجیدہ ہو؟ عرض کی، یا حضرت انتہائی کوشش کے باوجود سبق یا د نہیں ہوتا ۔ حضرت نے فرمایاہمارے پاس آؤاور ہمارے سامنے سبق پڑھو۔ آپ نے حضرت کے سامنے سبق پڑھنا شروع کیا تو

حضرت حافظ صاحب کی عنایت سے ان کی تمام مشکلیں حل ہوگئیں اور پھر یہ عالم ہوگیا کہ جو کتاب ایک مرتبہ پڑھتے کبھی نہ بھولتے۔ مشکل سے مشکل کتاب پڑھ کر بے اختیار اس کا مطلب و معنی بیان کرنے لگتے اور آہستہ آہستہ آپ کی ذکاوت طبع اور ذہن رسا کا چرچا دور دور تک پھیل گیا۔ [10]

ارادت وخلافت:

آپ کی بیعت کے متعلق آپ کے تذکرہ نویسوں نے تحریر کیا کہ آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں استاد گرامی حافظ محمد جمال اللہ ملتانی سے بیعت تھے او ر ان کےخلفاء کرام میں شامل تھے۔ [11]

اساتذہ کرام:

عجیب بات ہے کہ مؤرخین اور آپ کے تذکرہ نویسوں میں سے کسی نے بھی حافظ محمد جمال علیہ الرحمہ کے علاوہ آپ کے کسی دوسرے اُستاذ کا ذکرتك نہیں کیا۔ آیا آپ نے صرف انہی ایك استاذ سے استفادہ کیا اور دوسرے کسی صاحبِ علم سے کچھ نہ پڑھا؟ اس کی صراحت کتب، تراجم اور آپ کی کتابوں میں کہیں نہیں ملتی۔آپ کے استاد محترم علامہ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی ایك عظیم المرتبت انسان تھے۔ ان میں ایك کامل استاذ کی تمام صفات موجود تھیں۔ وہ بچوں سے خوب شفقت فرماتے اور نہایت نرمی وتوجہ سے سبق سمجھاتے۔ سبق کی خوب تشریح کرتے۔ خوب شرح اور توضیح کرکے تمام متعلقہ مباحث سمیت پورا سبق طلبا کے ذہن میں راسخ کرتے۔ وہ طلبہ کے سامنے سبق یا لیکچر ہی پیش نہ فرماتے بلکہ ان کے اذہان میں علوم و معارف کی رغبت پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے۔[12]

حالات و سیرت و کردار:

آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بچوں سے نہایت شفقت اور پیار سے پیش آتے تھے۔ اپنے شاگردوں سے نہایت نرم سلوک کرتے ۔ بزرگوں کا احترام کرتے۔ غریبوں سے تعلق قائم کرتے اور امراء سے دور رہنا پسند فرماتےتھے۔ آپ کی طبیعت میں سادگی تھی ، جفاکشی کے عادی تھے، آپ نے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کیا۔ دین کی تبلیغ و اشاعت میں سخت لگن اور محنت سے کام کرتے تھے۔

آپ کا لباس بالکل سادہ اور صاف ستھرا رہتا تھا۔ غذا میں بھی سادگی پائی جاتی تھی، آپ کو زیادہ مرغن غذا سے نفرت تھی۔ زہد و تقویٰ آپ کا شعار تھا۔ جاگتے زیادہ سوتے کم تھے۔ آپ کی ذات سند و حجت ، خدا ترسی و تقویٰ میں کامل اسوہ تھی۔آپ حق کےبارے میں نہایت سخت اور پر اعتماد تھے۔ دین کے معاملے میں بڑے کھرے اور بے لاگ تھے۔ اسی طرح دنیوی کاموں میں بھی کسی قسم کی نرمی اور لالچ کے قائل نہ تھے۔ آپ صاحب الرائے پختہ کار ، حد درجہ خدا ترس، نہایت پاکباز اور وسیع العلم تھے۔ [13] آپ علوم دینیہ پر گہری نظر رکھنے والے عالم تھے۔ آپ کا ذریعۂ معاش طب تھا ۔ [14] علم و فضل کی بدولت اغنیاء اور اہل دنیا کو خاطر میں نہ لاتے تھے جبکہ فقراء اور مساکین کا علاج مفت کرتے ۔ ایک مرتبہ والیٔ ملتان مظفر خان نے آپ کو علاج کے لیے طلب کیا تو آپ نے سختی سے انکار کردیا۔ [15] راجہ رنجیت سنگھ کے ملتان پر قابض ہونے کے بعد دیوان ساون مل کو صوبے دار مقرر کیا گیا اور اس کے ذریعے آپ کو اس نے اپنے دربار میں طلب کیا لیکن آپ نے وہاں جانے سے انکار کردیا۔ اہل ایمان ہونے کے ناطے آپ کی غیرتِ ایمانی نے یہ گوارا نہ کیا کہ کسی بے دین حکمران کے دربار میں جائیں ۔ آپ اتنے خود دا ر تھے کہ ساری زندگی فقیرانہ گزاردی لیکن حکومت کی طرف سے کوئی عہدہ

قبول نہ کیا اور نہ کسی امیر و اہل ثروت کی تعریف کرکے دولت کمائی۔ [16] علامہ عبد الحی لکھتے ہیں:

وکان رحمہ اللہ زاهداً متقللاً یدیم الاشتغال بمطالعة الکتب وکان لا یتردد إلی الأغنیاء ولا یقبل نذورهم۔[17]

لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت مرتبہ و مقام تھا۔ آپ کی شہرت تمام علاقہ میں پھیل چکی تھی۔ آپ حاکم وقت سے بہت بے باکی اور صاف گوئی سے پیش آتے۔ [18]

تبحر علمی:

آپ نے علوم درسیہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی بھی تحصیل کی اور بہت سے ایسے علوم جو کہ مردہ ہوچکے تھے آپ نے ان کو زندہ فرمایا، ان کی اصلاح کی اور ان میں مزید اضافہ فرمایا۔ آپ نے ان علوم میں بے شمار کتب تحریر کیں ۔ آپ کا علم "علم لدنی" تھا۔ [19] آپ خودفرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ۲۷۰ علوم میں مہارتِ کاملہ عطا فرمائی ہے۔ جبکہ کسبی طور پر اس کا عشرعشیر بھی حاصل نہیں ہوا۔ یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے۔ [20] آپ کو درج ذیل علوم میں اکمل ترین عبور حاصل تھا:

اسطر نومیا، عقائد، میراث، اقتصاد، سیاسیات، الہیات، تذکیر و تانیث، طبقات الارض، آثار ، تفسیر، حروف تہجی، فلسفہ، ریاضی، اخلاق، ہیئت جدیدہ، لغت، تصوف ،تجوید، صرف، نحو، جدل، اصول فقہ، انساب، اصول حدیث، اعداد، تکیر، ارثما طبقی، زیجات، ریاضیات، فلکیات، عروض، قوافی، تاریخ، سیر، تعبیر، اسماء العالم، سمع الکیان، منطق، کلام نجوم، سنین، حساب، جدل ثقلی، تسطیع، مجسلی، اکر، ہندسہ، میقات، رمل، علم جفر، طبزیچ، اوفاق، فرسطوں، مرایا، قرآن، اصولِ قرآن، رموزِ قرآن، حدیث، فقہ، اصول جہاد، ادب ، اصول حکمت، احکام و فرائض، انوار قرآن وغیرہ۔ [21]

آپ کے دور میں علمی حلقات میں جو علوم متداول اور زیر درس تھے۔ آپ ان تمام علوم و فنون کے علاوہ دیگر بہت سے ان فنون کے بھی ماہر اور اجل عالم تھے جو بڑے بڑے علمی مراکز میں پڑھائے جاتے تھے۔ آپ کو ان تمام علوم کے حصول و معرفت کا از حد شوق تھا۔ آپ کی اس شدید علمی رغبت نے آپ کو علوم کی طرف مائل کیا اور اسی شوق و رغبت کی وجہ سے کتابوں کا پڑھنا اور مطالعہ اور مہارت سب کچھ آپ کے لیے سہل تر ہوتا گیا اور آپ کا علمی شہرہ پھیلتاچلا گیا۔ مولوی امام بخش مہاروی لکھتے ہیں :"آپ کے علمی مرتبہ کا شہرہ ہرزمان و مکاں میں ، نزدیک اور دور ہر طرف پھیل گیا"۔[22]

تصنیف و تالیف:

آپ عقیدۂ اہلسنت کے حامل اور فقہ حنفی کے پیرو کار تھے۔ آپ نے علم العقائد کے متعلق مفید کتابیں تصنیف کرکے دلائل وبراہین سے عقائد اہلسنت کا بھر پور دفاع کیا۔ آپ کی کتب میں اہل بیت کی فضیلت اور محبت کا بیان ملتا ہے۔ آپ کو اہل بیت سے غایت درجہ محبت تھی۔[23]

آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری کیا تو آپ کے شب و روز کتب نویسی میں صرف ہوئے۔ آپ نے دنیا کے مختلف علوم و فنون پر بے شمار کتب تحریر کیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر کتب زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکں۔ آپ کی تصانیف سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ کو تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا۔ آپ اللہ سے دعا فرمایاکرتے تھے کہ اے اللہ میری مدد فرما اور اس راہ میں آسانیاں پیدا فرما۔ آپ اپنی تصنیف و تالیف میں مشغولیت کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور اسے اُخروی ثواب کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ [24] آپ کا زورِ قلم تیز نہایت رفتا ر تھا۔ کتاب زلیخا دو جز سے کم پوری کتاب ایک دن میں

لکھ ڈالی تھی۔ آپ نے تقریباً ہر فن میں بلند پایہ کتابیں لکھیں لیکن ان میں سے اکثر پیشتر زیورِ طباعت سے آراستہ نہ ہوسکیں۔ [25] آپ کی تصانیف میں سے چند کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ السلسبیل فی تفسیر التنزیل :

یہ نامور تفسیر عربی زبان میں تفسیرِ جلالین کی طر ز پر لکھی گئی ہے۔ یہ ایک مختصر تفسیر مخطوط کی صورت میں محفوظ ہے۔ بعض محققین نے اس تفسیر کے متعلق اپنی رائے قائم کی کہ یہ تفسیر مکمل قرآن کی نہیں ہے بلکہ انتیس پاروں کی ہے۔ جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ تفسیر مکمل قرآن پاک کی ہے اس مکمل تفسیر کا مخطوط بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

اس تفسیر میں آپ نے انتہائی ایجاز و اختصار کے ساتھ مشکلات کی وضاحت کی ہے۔ آپ نے دورانِ تفسیر جس آیت کے مفہوم کو آسان سمجھا ، اس کی تفسیر نہیں کی۔ آیات احکام کی تفسیر آپ نے بطورِ اختصار مذہب حنفی کے مطابق کی۔اس تفسیر کے متعلق امام اہلسنت حضرت سیدنا احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر مدارس عربیہ میں شامل ہوجائے تو خوب رہے گا۔ [26]

۲۔ الصمصام فی اصول تفسیر القرآن:

یہ مختصر رسالہ اصول تفسیر سے متعلق ہے ۔ اس کی اشاعت مکتبہ سلفیہ ملتان نے کی۔ یہ رسالہ درمیان میں سے ناقص بھی ہے۔ اس رسالہ کی اشاعت "نعم الوجیز " کے ساتھ مکتبہ سلفیہ ملتان سے ہوئی۔[27]

۳۔ الناھیہ عن طعن امیر المومنین معاویۃ رضی اللہ عنہ:

یہ کتاب ایک مقدمہ اور سترہ فصول پر مشتمل ہے۔ اس میں احادیث، اقوال صحابہ و تابعین اور فقہاء اور محدثین کے اقوال کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ بعض مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے اس کتاب کا نام "الناھیۃ عن ذم معاویہ" لکھا۔ حالانکہ خود مصنف نے اس کتاب میں حمد و صلاۃ کے بعد لکھا:

"فیا صاح! خذ " الناھیہ عن طعن امیر المومنین معاویۃ"۔

یہ کتاب ۳ رمضان المبارک۱۲۳۴ھ کو مکمل ہوئی جسے ادارۃ الصدیق ملتان نے شائع کیا۔ اس کے بعد یہ کتاب ترکی استنبول سے چھپی۔[28]

۳۔ کوثر النبی :

یہ کتاب اصول حدیث پر بہت شاندار کتاب ہے۔ اس کا پورا نام "کوثر النبی و زلال حوضہ الروی" جیساکہ مصنف نے خود لکھا ہے:

اما بعد! فھذا "کوثر النبی وزلال حوضہ الروی" اطیب من المسک الاذفر، واحلی من العسل والسکر۔

یہ کتاب دو (حصوں) جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ اصول حدیث اور دوسرا حصہ موضوعات اور اسماء الرجال سے متعلق ہے۔[29]

۴۔ النبراس شرح لشرح العقائد:

علامہ ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد المعروف بہ نجم السفی المتوفی ۵۷۳ھ نے عقائد اہل سنت پر ایک مختصر رسالہ لکھا جس کی کثرت سے شروحات لکھی گئیں۔ ان شروحات میں علامہ سعد الدین تفتازانی المتوفی ۷۹۲ھ کی شرح متداول ہے۔ علامہ پرہاروی نے اس پر اپنے زمانے کے آخری حصے میں مکمل شرح لکھی جو "النبراس" کے نام سے مشہور ہے۔ [30] اس کی وجہ تسمہ بیان کرتے ہوئے علامہ پرہاروی نے لکھا:

وسمیته نبراس اذ هونیّر
وفی لیلة الظلماء یهدی ویوصل [31]

علامہ پرہاروی کی یہ کتاب زندہ وجاوید کتاب کی حیثیت سے آج بھی جامعۃ الازہر کے نصاب میں داخل ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی درسِ نظامی کے طلباء و فضلاء اس کتاب سے بھر پور استفادہ کرتے ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں علامہ پرہاروی نے منظوم مقدمہ لکھا جس میں شرح لکھنے کی وجہ اور طرزِ تحریر کو بیان کیا۔ اسی طرح کتاب کے آخر میں بھی علامہ پرہاروی نے اشعار کہے جس میں کتاب کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کیا۔

۵۔ مرام الکلام فی عقائد الاسلام :

یہ کتاب عقائد اہلسنت اور علم کلام پر گوہر نادر و نایاب ہے۔ اس میں گمراہ فرقوں کے عقائد کا رد کیا گیا ہے اور اہلسنت کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کا عکس اجمیری کتب خانہ پیر پٹھان روڈ ملتان نے محفوظ کیا ہے۔ ہمارے پاس اس کا عکس موجود ہے جو کہ ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت قادر بخش ابن احمد نے کی۔ یہ نسخہ مکمل تو ہے لیکن جگہ جگہ الفاظ مٹے ہوئے ہیں۔ اسی نام سے تحقیق و تخریج شدہ ایک کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے لیکن وہ ہمارے پاس موجود مخطوط سے بالکل مختلف ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ علامہ پرہاروی نے ایک ہی نام سے دو کتابیں لکھی ہوں یا پھر دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کتاب کو چھاپنے والوں نے علمی خیانت کرتے ہوئے تحریف کی ہو۔واللہ اعلم ۔ بہرحال اس مخطوط کی تبییض و تحقیق ہم نے کی ہے لیکن مخطوط کا ایک ہی عکس ہونے کی وجہ سے وہ ابھی نامکمل ہے کیونکہ وہ جگہ جگہ سے مٹاہوا ہے۔ اس کتاب کا ایک اور نسخہ دریافت ہونے پر یہ کام آسان ہوسکتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ کام جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔

۶۔ مناظرۃ الحلبی فی علوم الجمیع:

یہ کتاب علامہ پرہاروی کے معاصر شیخ احمد دیروی کی طرف سے کیے گئے چھ سوالات مع جوابات اور پھر حضرت کی طرف سے ان پر کیے گئے اشکالات پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔[32]

۷۔ ایمان کامل (فارسی)

یہ ۱۱۰ اشعار پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے۔ یہ رسالہ علم الکلام اور عقائد سے متعلق ہے۔ اس کے اشعار مثنوی شریف کی طرز اور اسلوب وزن پر کہے گئے۔ یہ رسالہ ایک تہائی روز میں مکمل ہوا جسے ۱۳۰۸ھ میں مجتبائی پریس لاہور نے شائع کیا ۔[33]

۸۔ نعم الوجیز فی اعجاز القرآن العزیز:

یہ کتاب علم بیان و بدیع سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا نام مصنف نے یہی لکھا ہے جبکہ اسے شائع کرنے والوں نےکتاب کے سرورق پر اس کا نام "نعم الوجیز فی البیان والبدیع" لکھا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ قدیر آباد ملتان سے شائع ہوئی تھی۔[34]

۹۔ اثبات فی رفع سبابۃ فی التشہد:

یہ رسالہ جیساکہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ تشہد میں انگلی اٹھانے کے ثبوت میں ہے۔ لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک عربی میں منظوم رسالہ ہے۔اس کتاب کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

حمداً لک اللهم حمدا سرمداً و علی محمدک السلام مؤبداً

و علی صحابته الکرام جمیعهم — و العترة الأطهار دام مخلدا
عبدالعزیز یقول نظما فاتبعوا — حکما صحیحا بالحدیث مؤیدا
أن الاشارة سنة مأثورة — فاعمل بهذا الخبر حتی ترشدا
بحدیث خیر الخلق صح بیانهٗ — قد جاء عن جمع الصحابة مسندا
و بالاتفاق عن الأئمة کلهم — کأبی حنیفة صاحبیه و أحمدا
و الشافعی و مالک فاتبعهم — اذ من یخالفهم فلیس بمقتدا

۱۰۔ الخصائل الرضیة:
اس میں علامہ پرہاروی نے اپنے شیخ حافظ محمد جمال اللہ ملتانی کے احوال، اقوال اور مناقب ذکر کیے ہیں۔علامہ پرہاروی نے اس رسالے کا کوئی نام نہیں رکھا بلکہ بلکہ ان الفاظ سے آغاز کیا:

فھذالخصال الرضیۃ والشمال السنیہ مولانا ومرشدنا وھادینا قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔[35]

لیکن یہ رسالہ جمالیہ، انوارِ جمالیہ، اسرار جمالیہ، گلزار جمالیہ اور فضائل رضیہ کے مختلف ناموں سے مقبول ہوا۔ بعض تذکرہ نویسیوں نے دو علیحدہ علیحدہ رسائل کا ذکر کیا ۔ علامہ پرہاروی نے حضرت حافظ محمد جمال اللہ ملتانی کے حالات و واقعات ، ملفوظات و مناقب پر صرف یہی ایک رسالہ تحریر فرمایا جو ان کی وفا ت کے تین دن بعد لکھاگیا۔ یہ رسالہ حافظ صاحب کی حیات مبارکہ پر مستندو معتبر ہے۔[36]
یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ کو مطبع ابی العلا، آگرہ سے گلزارِ جمالیہ کے نام سے طبع ہوا۔[37]

۱۱۔ زمرد اخضر:
اس کتاب کا پورا نام " زمرد اخضر ویاقوت احمر " ہے۔ علامہ پرہاروی نے اس کتاب کے دوسرے صفحے پر خود لکھا :

وبعد فھذا زمرد اخضر ویاقوت احمر، ینور العین و یفرح المحزون۔[38]

اس کی تالیف ۱۲۲۸ھ ماہ شوال و ذی قعدہ میں ہوئی۔ علامہ پرہاروی نے طب کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھنے کا اعلان کیا تھا ، بعض رکاوٹوں کی بنا پر اسے مکمل نہ کرسکےلیکن لوگوں میں اس کتاب کا بڑی شدت سے انتظار تھا ۔ آپ نے ان کی تشنگی کو پورا کرنے کے لیے عجلت میں اپنی مایہ ناز کتاب "الاکسیر" کا خلاصہ کیا او ر اسے " زمرد اخضر ویاقوت احمر "کا نام دیا۔ یہ کتاب ۱۳۴۵ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔[39]

۱۲۔ مشک عنبر:
اس رسالہ کے متعلق علامہ پرہاروی فرماتے ہیں کہ یہ میری کتاب "اسرار الاطباء" کا خلاصہ ہے۔ یہ رسالہ مختلف ناموں سے مشہور ہوا۔ مثلاً: الاعنبر، مشک عنبر، عنبر الاشعب، مثک اذفر۔ [40] یہ رسالہ ۱۲۳۴ھ ربیع الاول میں عصر کے وقت مکمل ہوا۔ اس رسالے کو تین ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب نظریات و کلیات کی بحث پر مشتمل ہے۔ دوسرا باب معالجات کے متعلق ہے اور تیسرے باب میں ادویات کا ذکر ہے۔[41] یہ رسالہ علم طب کے مبادی پر مشتمل ہے۔ علامہ پرہاروی نے یہ رسالہ علم طب کے مبتدی طلبہ کے لیے لکھا۔اس رسالہ کی طباعت ۱۳۴۵ھ میں لاہور سے علامہ پرہاروی کی دوسری کتاب "زمرد اخضر" کے ساتھ ہوئی۔[42]

۱۳۔ معجون الجواہر:
علامہ پرہاروی نے اپنی کتاب "الیاقوت" کی تلخیص کی جس نام "معجون الجواہر" رکھا۔

۱۴۔ البنطاسیا فی علوم المختلفۃ:
یہ کتاب الٰہیات کے موضوع پر ہے اور اس میں مختلف علوم پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً: فلسفہ، معانی، کیمیاء، ریمیاء، ہیئت اور طبیعیات وغیرہ۔اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ گولڑہ شریف میں موجود ہے۔ [43]

۱۵۔ صراط مستقیم:
یہ کتاب دینیات اور عقائد سے متعلق ہے۔ اس کا اکثر حصہ خود علامہ پرہاروی کا لکھا ہوا ہے اور کچھ حصہ آپ کے کسی شاگرد کا لکھا ہو اہے۔[44]

۱۶۔ الاکسیر:
طب کے موضوع پر یہ کتاب تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی تالیف ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ اس کتاب کے بعض حصوں کا اردو ترجمہ بھی ہوچکاہے۔ [45] انگریز دورِ حکومت میں ڈاکٹر لائنزچانسلرجامعہ پنجاب نے لکھا ہے کہ یہ کتاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں طبع ہوئی۔[46]

۱۷۔ دیوان عزیزی (فارسی):
اس کتاب میں نعت اور منقبت پر مشتمل اشعار ہیں ۔ نیز اس میں علامہ پرہاروی نے حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں بھی نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

۱۸۔ ابوائے رسول (حضور نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے حالات اور ایمان پر مشتمل عربی رسالہ)
۱۹۔ السر المکتوم مااخفاہ المتقدمون (علم اوفاق، تکسیر اور علم جفر سے متعلق)
۲۰۔ اللوح المحفوظ فی التفسیر (دو جلدوں پر مشتمل جس میں دینی معاملات پر بحث کی گئی)
۲۱۔ الجواہر المصون (عملیات و تعویذات اور علم نجوم و جفر سے متعلق)
۲۲۔ منتہی الکمال (علم جفر، تکسیر اور عملیات سے متعلق نہایت جامع کتاب)
۲۳۔ العنبر بالمسک
۲۴۔ السر السماء (ہیئت اور زائچہ سے متعلق)
۲۵۔ العتیق
۲۶۔ الیاقوت (علوم قدیمہ و جدیدہ کا جامع تعارف
۲۷۔ سدرۃ المنتھی (فارسی)
۲۸۔ تسہیل الصعود (دنیا کے طول و عرض پر بحث)
۲۹۔ حاشیہ عزیزیہ
۳۰۔ فن الالواح (عملیات و تعویذات کے متعلق)
۳۱۔ رسالۃ الاوفاق
۳۲۔ کنز العلوم (عربی و فارسی میں گیارہ علوم کی توضیحات)
۳۳۔ البحر المحیط (تفسیر و متعلقات)
۳۴۔ شرح حصن حصین(اوراد وظائف سے متعلق)
۳۵۔ صلوٰۃ المسافر (نمازِ قصر کے متعلق بحث)
۳۶۔ سر المعاد (دینی معاملات اور مسائل پر بحث)
۳۷۔ الترياق (طب کے موضوع پر)
۳۸۔ الدر المکنون (طب کے موضوع پر ضخیم کتاب)
۳۹۔ السر المکنون (منتہی الکمال کا خلاصہ)
۴۰۔ حاشیۃ مسلم الثبوت (اصول فقہ کی کتاب پر حاشیہ)

۴۱۔ ملخص الاتقان فی علوم القرآن
۴۲۔ حب الاصحاب (فضائل صحابہ پر مشتمل)
۴۳۔ وافی فی القوافی
۴۴۔ تسہیل السیارات (فلکیات و تسخیر سیارگان سے متعلق)
۴۵۔ حاشیہ عزیزیہ
۴۶۔التعلیقات علی تہذیب الکلام للتفتازانی
۴۷۔ کلام الامامٍ
۴۸۔ المستجاب فی الجفر ودفق(عملیات کے موضوع پر)
۴۹۔ الالہامیہ (طبیعیات میں چاند گرہن اور سورج گرہن سے متعلق) [47]

آج کل اہل علم اور اہل تحقیق آپ کی مؤلفات کی تلاش اور جستجو کررہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اِدھر اُدھر سے پرہاروی کی متعدد کتابیں دستیاب ہوچکی ہیں۔ ملتان، بھاولپور اور ڈیرہ غازی خان او راطراف و نواح میں لوگوں کے ذاتی کتب خانوں اور بعض لوگوں کے گھریلو کتب خانوں اور اسی طرح بعض سرکاری لائبریریوں، مساجد، مدارس اور خانقاہوں کے کتب خانوں سے بھی آپ کی کچھ کتابیں مل چکی ہیں۔ نیز پاکستان کے مختلف علاقوں میں بعض اہل ذوق کے ہاں بھی آپ کی بعض کتابیں محفوظ ہیں۔ چونکہ شیخ پرہاروی کی مؤلفات مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہیں، سب یکجا دستیاب نہیں۔ بعض کتابیں گردشِ زمانہ سے معدوم بھی ہوچکی ہیں۔ آج ہم ان میں سے بعض کے صرف ناموں ہی سے واقف ہیں۔[48]

علامہ پرہاروی کی تصانیف پر مشاہیر کی آراء:

منشی شیر محمد نادر ملتانی لکھتے ہیں:
"علامہ پرہاروی تحریر کرنے کا نہایت اعلیٰ درجے کا ذوق رکھتے تھے اور بہت سی قلمی کتب جمع کررکھی تھیں۔ انہوں نے ہر فن کی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔"
خطیب شاہی مسجد لاہور مولانا عبدالقادر آزاد لکھتے ہیں:
"علامہ کی بعض کتب یورپ میں بھی پائی گئی ہیں۔ خاص طور پر آپ کی فلکیات کی کتاب سے انگریزوں نے کافی فائدہ حاصل کیا اور چاند کی معلومات کے بارے میں انگریزوں کے لیے مفید ثابت ہوئی ہے۔"
پنجاب یونیورسٹی لاہور کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر پروفیسر خیرات محمد ابن رسا لکھتے ہیں:
"علامہ پرہاروی کا منظوم عربی رسالہ جامعۃ الازہر قاہرہ مصر میں پڑھایا جارہا ہے۔"
منشی عبدالرحمٰن ملتانی لکھتے ہیں:
"علم نجوم اور فلکیات کے متعلق علامہ پرہاروی کا ایک رسالہ کیمرج یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہے۔" [49]

تلامذہ:

آپ نے حصولِ علم سے فراغت کے بعد بستی پرہاراں شریف میں درس گاہ قائم کی جس میں آپ نے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کی درس گاہ سے دور دراز کے بے شمار طلبہ حاضر ہوکر آپ کےتبحر علمی سے مستفیض و مستفید ہوتے رہے۔ آپ کے حلقۂ تلامذہ میں یوں تو متعدد نام سامنے آتے ہیں لیکن آپ کے تین خاص شاگردوں کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔
۱۔ نواب شاہنواز خان شہید سدوزئی ملتان:
آپ متبحر عالم دین تھے اور ملتان کے لوگوں کی آنکھ کا تارا تھے۔ آپ نے علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ سے کسب علم کیا۔ دفاع ملتا ن کی جان اور نواب مظفر

خان کے لائق فرزند تھے۔ ۱۸۱۸ء کے آخری معرکہ ملتان میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۲۔ مولانا پیر سید امام علی شاہ:
آپ بھی علامہ پرہاروی کے شاگرد تھے۔ آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ آپ بہت بڑے صوفی اور بلند پایہ عالم تھے۔ آپ بالکل سادہ زندگی گزارتے تھے۔

۳۔ رائے ہوت پرہار:
آپ بھی علامہ پرہاروی کےخاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ ہمیشہ علامہ پرہاروی کے ساتھ رہے اور ہر طرح کا تعاون کیا۔[50]

علامہ پرہاروی کا فقہی مسلک:

علامہ پرہاروی کے حوالے سے بعض تذکرہ نگاروں نے اپنی یہ رائے قائم کی کہ وہ تقلید کا دامن چھوڑکر غیر مقلد ہوگئے تھے۔ یعنی آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ مزید یہ بھی تاثر دیاجاتاہے کہ انہوں نے تقلیدسے بیزار ہوکر اس کی مذمت میں "الیاقوت" کے نام سے رسالہ بھی لکھا تھا۔ ہماری تحقیق کے مطابق انہوں نے تقلید کی مذمت میں کوئی رسالہ یا کتاب نہیں لکھی۔ بلکہ علامہ پرہاروی کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے فقہ حنفی کی بھر پور ترویج کی اور اسی کے مطابق فقہی احکام بیان کیے۔ مخالفین نے علامہ پرہاروی کی ایک عبارت کو بنیاد بنایا ہے جس میں انہوں نے صحیح حدیث کے مقابلے میں امام کے قول کو چھوڑنے کی بحث کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

اختلف الفقھاء فیما یجد المقلد حدیثا صحیحا یخالف فتویٰ امامہٗ، فعن أبی یوسف محمول علی العامی الصرف الذی لایعرف معنی الحدیث، و عن أبی حنیفۃ قیل لہ: اذا قلت قولا و خبر الرسول یخالفہٗ

اس عبارت میں علامہ پرہاروی امام اعظم کے کسی حکم کے خلاف واضح اور صریح حدیث ملنے پر امام کا قول چھوڑنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم نے خود بھی اسی چیز کی تعلیم دی ہے کہ اگر میرے حکم اور حدیث کے حکم میں تعارض آجائے تو میرا حکم چھوڑدو اور حدیث پر عمل کرو۔ کیا اس بات سے علامہ پرہاروی مذہب حنفی کی تردید کررہے ہیں؟ نہیں، بلکہ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں اس کی گنجائش ہےلہٰذا اس عبارت کی رو سے یہ کہنا کسی طور پر بھی درست نہیں ہوسکتا کہ علامہ پرہاروی نے تقلید چھوڑ کر اس کی مذمت میں رسالہ لکھا تھا اور انہوں مذہب حنفی چھوڑدیا تھا۔

اسی طرح علامہ پرہاروی کے حوالے سے ایک تاثر یہ بھی دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو وہی حیثیت دیتے تھے جو غیر مقلدین دیتے ہیں۔ مخالفین اور معترضین کی یہ بات بھی حقائق کے خلاف ہے ۔ خود علامہ پرہاوری کی کتابیں اس بات پرشاہد ہیں وہ امام اعظم کو تابعی اور محدث تسلیم کرتے تھےچنانچہ علامہ پرہاروی نے اپنی کتاب "کوثر النبی" میں ان کی تابعیت کے بارے میں اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

’’اختلف فی أن الامام أبی حنیفۃ من التابعین أو أتباعھم، الجمھور علی الظانی، الجزری و التوربشتی و الیافعی علی الاول، و ھو الصحیح۔[51]

یہاں علامہ پرہاروی نے امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے مؤقف کی تصریح کردی کہ وہ تابعی ہیں۔اسی طرح انہوں نے اپنی تصانیف امام اعظم علیہ الرحمہ کو امامنا الاعظم اور امامنا ابی حنیفہ لکھا۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علامہ پرہاروی غیر مقلد ہوگئے تھے اور

لوگوں کو بھی تقلید کے خلاف اکساتے تھے تو اس باطل مفروضہ اور جھوٹے بیان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ علامہ پرہاروی نے اپنی مشہورِ زمانہ اور مایہ ناز کتاب "النبراس" میں تقلید اور مقلد کے بارے میں اتنا واضح لکھا ہے جس کو پڑھنے کے بعد مخالفین کے تمام مفروضے اور باطل نظریات کی خود ساختہ عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔ علامہ نے تقلید پر زور دیتے ہوئے لکھا:

> من لم یکن مجتهدا وجب علیہ اتباع المجتهد لقولہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون ولاجماع السلف علی ذلک وهذا الاتباع یسمی تقلیدا۔۔۔فاتفق العلماء علی الزام المقلد مجتهدا واحدا ونظروا فی عظماء المجتهدین فلم یجدوا فی اهل التدوین منهم کالعلماء الاربعۃ فاتفقوا علی ان یتقلد المجتهد احدہم ۔ وهل یجوز الرجوع ؟ فالحق لا، الا اذا اغلب ظنہ علی ان غیر هذا المجتهد أعلم۔[52]

اس عبارت میں قرآنی آیت لاکر علامہ پرہاروی تقلید پر زور دے رہے ہیں اور اس پر اسلاف کا اجماع بتارہے ہیں۔ یہ عبارت پڑھنے کے بعد کوئی بھی صاحب علم علامہ پر غیر مقلد ہونے کا ٹھپہ نہیں لگاسکتا۔ مختصر یہ کہ علامہ پرہاروی کا فقہی مسلک حنفی تھا ۔ آپ تقلید کے خلاف نہیں تھے۔ تقلید کی مذمت پر لکھا جانے والا رسالہ آپ کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے۔

علامہ پرہاروی کا شجرۂ طریقت:

علامہ پرہاروی چشتیہ نظامیہ کے جلیل القدر شیخ ہیں، آپ کا مختصر شجرۂ طریقت یہ ہے:

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ خلیفہ مولانا نظام الدین اورنگ آبادی خلیفہ شاہ کلیم اللہ خلیفہ مولانا یحییٰ مدنی، مولانا مدنی سے یہ سلسلہ ان کے خاندان سے ہوتا ہوا علامہ کمال الدین تک پہنچتا ہے، اور وہ شاہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے اور وہ سلطان المشایخ نظام الدین اولیاء اور وہ بابا فرید شکر گنج اور وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور وہ شاہ معین الدین چشتی اجمیری کے خلیفہ تھے، اور یہ سلسلہ چشتیہ آگے چل کر حضرت ممشاد دینوری، حذیفہ، ابراہیم بن ادہم، عبدالواحد، حسن بصری (رحمہم اللہ)، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سرور کونین ﷺ سے جاملتا ہے۔[53]

مناکحت و اولاد:

آپ کے نکاح اور ازدواجی زندگی کے متعلق تین مختلف اقوال پائے جاتے ہیں کہ آپ نے نکاح کیا یا نہیں ۔

١۔ پہلا یہ کہ آپ نے اپنی زندگی میں نکاح نہیں کیا اور اپنی پوری زندگی تجرد میں بسر کی۔

٢۔ دوسرا یہ کہ آپ نے نکاح فرمایا تھا لیکن جلد ہی وہ نکاح ختم ہوگیا جس کی وجہ سے کوئی اولاد نہ ہوسکی۔

٣۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے بستی پرہاراں سے ڈیڑھ کلو میٹر کے فاصلے پر بستی سدھاری کی ایک خاتون سے نکاح کیا ، جس سے ایک فرزند تولد ہوا، جس کا نام آپ نے عبد الرحمٰن رکھا ۔ وہ اڑھائی سال کی عمر میں وفات پاگیا۔ [54]

درج بالامختلف اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی جاسکتی کیوں کہ قرائن تینوں کے موجود ہیں۔

علامہ پرہاروی کا شعری ذوق:

علامہ پرہاروی کے علمی آثار کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شعرگوئی کے بارے میں وہ انتہائی زرخیز ذہن اور عمده ذوق کے مالك تھے۔آپ قوافی اور اوزانِ شعر

سے بخوبی واقف تھے۔معجون الجواہر اور نعم الوجیز وغیرہ آپ کی تالیفات سے اس موضوع میں آپ کی استعداد کااندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ نے اپنی متعدد کتابوں اور تالیفات کی ابتداء اور ان کا اختتام منظوم کلام سے کیا ۔ یہ آپ کا ایک ایسا نادر وصف ہے جو برصغیر کے اہل علم کی مؤلفات میں انتہائی کم یاب ہے۔ تشہد میں اشارۂ سبابہ کے اثبات کے متعلق آپ کے ایک رسالہ سے آپ کی شعرگوئی کی قدرت واستعداد کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔آپ کی تالیفات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی ﷺ کی مدح و نعت کے متعلق اشعار کہتے اور ثناخوانِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار پر تضمین بھی کہتے۔ مثلاً:

وَمَا أَحْسَنَ الْبَيْتُ الَّذِيْ قَدْ أَتٰى بِه	الْمُؤَيِّدُ بِرُوحِ الْقُدْسِ فِيْ الشِّعْرِ
لَه هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا	وَهِمَّته الصُّغْرىٰ أَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

’’وہ ابیات کیا خوب ہیں جواشعار میں روح القدس (جبریل علیہ السلام) کی تائید پانے والے (حسان رضی اللہ عنہ) نے کہے ہیں۔اس کی بڑی بڑی مساعی و خدمات کے کیا کہنے۔اس کی تو معمولی سی خدمت بھی زمانے بھر سے زیادہ وقیع ہے۔[55]

آ پ کے شعری ذوق کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنا ایک رسالہ" اثبات فی رفع سبابۃ فی التشہد" منظوم لکھا۔ اس کے علاوہ آپ کی کتابوں میں اشعار کثرت سے ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی بعض کتابوں کا مقدمہ اور اختتامیہ مکمل طورپر منظوم ہے۔آپ کی مشہورِ زمانہ کتاب "النبراس " ہی کو لے لیا جائے جس کا مقدمہ بھی منظوم ہے اور اس کا اختتامیہ بھی منظوم ہے۔ مقدمہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

و بعد فهذا شرح شرح عقائد	يحلل منہ ما كان يشكل
و قد كتب الأعلام فی كشف سره	حواشی تفشی سرهٗ و تفصل
و لكننی حاولت تسهيل فهمهٖ	على المبتدى و هو المعين المسهل
طولت و التطويل لم یک عادتی	لما أنہٗ للمستفيدين أسهل
و كم نكتۃ أوردتها لغرابۃ	و ليس فی ساحۃ الشرح مدخل

النبراس کے اختتام پر آپ نے جو قصیدہ لکھا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس قصیدے میں آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور استغاثۃ پیش کیا۔ گویا کہ آپ نے اس قصیدے میں قرآنی آیات کے اقتباسات لفظاً و معنیً ذکر کیے۔اس قصیدے کے بعض اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

تبارکت من لا يخيبن سائلہ	وعم جميع الكائنات نوائلہ
لک الحمد من عبدالعزيز بن احمد	بما رقمت هذا الكتاب اناملہ
فاسئلک اللهم ستر عيوبہ	اذا عرضت للناظرين مسائلہ
بضاعتی المزجاة خذہا تكرما	واوف لنا الكيل الوسيع مكائلہ
لقد مسنی ضر و جئتک سائلا	وانت الذی يغنی الفقير نوائلہ
ولولم يعنہ من جنابک عصمۃ	فتاليفہ زور وخبط دلائلہ
وانت الحفيظ الكل عن شر حاسد	وضصم لجوع يطمس الحق باطلہ
وصل على خير البرايا محمد	كريم السجايا لاتعد فضائلہ
وصحابہ الاخيار طرا وآلہ	وسلم بتسليم يجود هواطلہ

علامہ پرہاروی نے مختلف علوم و فنون پر "البنطاسیا" کے نام سے ایک کتاب لکھی ، اس کی ابتدا ء بھی مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

يا ذا الجلال الاعظم المترفع	و الكبرياء الاكبر المتمتع

یا رب! قد صنف علما وفرا و العون منک و اننی أدعی
فاحفظ بحفظک کلما صنفتۃ فی حرزک المامون غیر مضیع
و انشرہ فی أھل العلم معطرا و مفرحا مثل الشذی المتضوع

علامہ پرہاروی نے علامہ تفتازانی کی کتاب "تہذیب الکلام " پر تعلیقات لکھی ، اس کتاب کی ابتداء بھی اشعار سے ہوتی ہے:
فردت یا من یستحیل مثالہ و لا یتناھی مجدۃ و جلالہ
و أخرس نطق الواصفین نعوتہ و أبر عین الناظرین جمالہ

اسی طرح ایک اور کتاب "حب الأصحاب ورد الروافض" لکھی جس میں صحابہ کرا م کی عظمت اور شان بیان کی ۔ نیز اس میں روافض کا رد بھی کیا جو صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہیں۔ اس کتاب کے ابتداء میں یہ اشعار ملتے ہیں:
تبارک رب العرش جل جلالۃ جواد عظیم المن عم نوالۃ
فلم یرجہ راج فخاب رجاؤۃ و لم یدعہ داع فرد سوالۃ[56]

علامہ پرہاروی مشاہر کی نظر میں:

علامہ پرہاروی کی شخصیت جامع المعقول والمنقول تھی۔ آپ کا علم بحر بیکراں تھا۔ آپ کی شخصیت کو آپ کے زمانے کے متعدد مشاہیر نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال بھی آپ کی شخصیت کےمدح خواں تھے اور آپ کی تصانیف کی تلاش میں سرگرداں رہتے اور اپنے احباب کو خطوط بھیج کر علامہ پرہاروی کی کتاب تلاش کرنے کا کہتے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک دوست کوایک مکتوب میں لکھا:
مخدومی جناب میر صاحب!
السلام علیکم! ایک بزرگ علامہ عبدالعزیز بلہاروی (پرہاروی)تھے جن کا انتقال ۱۲۶۰ھ میں ہوا۔ انہوں نے ایک رسالہ "سرالسماء" کے نام سے لکھا جس کی تلاش مجھے ایک مدت سے ہے۔[57]
منشی شیر ﷴ نادر ملتانی لکھتے ہیں:
"حافظ عبد العزیز علوم کی حقیقتوں کو حاصل کرنے میں بہت صاحب ادراک تھے۔ قوت حافظہ نہایت قوی رکھتے تھے اور مطالعہ اور مذاکرہ کے لیے کتب معتبرہ کے صفحات و اوراق حفاظ کی طرح پڑھ جاتے ۔ تحریر کرنے کا نہایت اعلیٰ درجے کا ذوق رکھتے تھے۔"
مولانا غلام مہر علی گولڑوی لکھتے ہیں:
"علامہ ظاہری وباطنی علوم میں یگانہ روزگار تھے۔ علم وفضل کی بدولت اہل دنیا کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ فقراء و مساکین کا علاج مفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ کو ذکاء و فہم کا وافر حصہ عطافرمایا تھا۔"
حکیم انوار احمد خان کوٹ ادو لکھتے ہیں:
" مولانا عبدالعزیز نے اپنی پوری زندگی انسانی خدمت کے لیے وقف کردی۔ کوٹ ادو ایک پس ماندہ مقام ہے مگر اس علاقے کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس سر زمین پر ایک ایسے عالم باعمل صوفی باصفا کا جنم ہوا جو تاریخ میں دینی و ملی لحاظ سے سنہرا باب ہے۔"[58]

وصا ل وتدفین:

آپ کا وصال ۱۲۳۹ھ بمطابق ۱۸۲۴ء میں بستی پرہاراں شریف میں ہوا۔ آپ کو اسی مسجد و مدرسہ کے احاطہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ طلباء کو درس دیتے تھے۔ آپ کا مرقد غیر پختہ حالت میں موجود ہے۔ [59]

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے علامہ پرہاروی کی وفات کا سال ۱۲۴۱ھ بعمر ۳۲ سال لکھا ہے۔ [60]

شیخ عبدالحی نے آپ کے سن وصال اور تاریخ سےلا علمی کا اظہا رکیا ہےلکھتے ہیں:

أخبرنا الشيخ قادر بخش الخليلي الشجاع آبادي أنه مات في شبابه حين جاوز ثلاثين سنة ولم أقف على سنة وفاته. [61]

یعنی آپ کا انتقال جوانی میں ہی ہوگیا تھا اس وقت آپ کی عمر صرف تیس سال زیادہ تھی۔واللہ اعلم ۔ بہر حال یہ تو حقیقت ہے کہ آپ کا وصال جوانی کی حالت میں ہوا اس وقت آپ کی عمر بروایت مختلفہ تیس یا بتیس سال تھی۔

حوالہ جات

1- متین کاشمیری، "احوال واثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ"، بہار اسلام پبلیکیشنز لاہور، نومبر ۲۰۱۳، ص۲۵۔
2- ایضاً۔
3- اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۰۴۰۔
4- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۱۹۔
5- ایضاً: ص ۲۲۔
6- ایضاً۔
7- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۲۳۔
8- اختر راہی، پروفیسر، "تذکرہ علمائے پنجاب"، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ص۲۹۶۔
9- تذکرہ مصنفین درس نظامی،ص۲۹۹۔
10- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۲۷۹۔
11- ایضاً: ص ۲۸۔
12- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، مجلس التحقیق الاسلامی،ص۱۲۴۔
13- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۲۹۔
14- تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص ۲۹۹۔
15- عبدالحکیم شرف قادری، تذکرۂ اکابر اہلسنت، مکتبہ قادریہ لاہور، ص ۲۳۱۔
16- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۳۰۔ ۳۱۔
17- عبد الحي بن فخر الدين بن عبد العلي الحسني الطالبی(المتوفی ۱۳۴۱ھ)،"نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر"، دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ص۱۰۱۸، ج۷۔
18- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۳۰۔ ۳۱۔
19- ایضاً: ص ۳۳۔
20- تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۲۳۱۔
21- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۳۳۔
22- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص ۱۲۹۔
23- ایضاً، ص۱۲۹۔
24- ایضاً، ص ۱۳۳۔
25- تذکرۂ اکابر اہلسنت، ص ۲۳۱۔
26- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۴۵۔
27- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)، تاریخ اشاعت:۲ اگست ۲۰۱۷ء۔ /http://sunnionline.us/urdu/2017/08/9787

28- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۵۱۔
29- کوثر النبی، ص ۱۱۲، مکتبہ قاسمیہ ملتان، ۱۳۸۳ھبحوالہ احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
30- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۴۹۔
31- پرہاروی، علامہ عبدالعزیز، النبراس شرح لشرح العقائد، ص۲۔
32- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
33- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۴۵۔
34- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
35- تذکرہ علمائے پنجاب، ص ۲۹۹۔
36- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۴۴۔
37- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۸۔
38- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
39- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۸۔
40- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۴۷۔
41- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
42- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۸۔
43- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۵۴۔
44- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص۵۰۔
45- تذکرہ علمائے پنجاب، ص۳۰۰۔
46- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۹۔
47- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۴۳۔ ۶۰۔
48- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۶۔
49- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۶۲، ۶۴،۶۵۔
50- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۷۰۔ ۷۱۔
51- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
52- پرہاروی، علامہ عبدالعزیز، النبراس شرح لشرح العقائد، ص۷۳۔
53- خلیق احمد نظامی، "تاریخ مشایخ چشت"،بحوالہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)ازاحسان الحق۔
54- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۶۷۔
55- ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۰۹، ص۱۳۰۔ ۱۳۲۔
56- احسان الحق، مولانا عبدالعزیز پرہاروی (حیات وخدمات)
57- احوال وآثا ر علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ، ص ۶۲۔
58- ایضاً:ص ۷۳، ۷۴۔
59- ایضاً:ص ۶۷۔
60- عبدالفتاح ابو غدہ، (المتوفی: ۱۴۱۷ھ)، "تعلیقات الرفع والتکمیل"، دارالسلام ، القاہرۃ، الطبعۃ السابعہ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ص ۲۸۹۔
61- نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ص۱۰۱۹، ج۷۔